اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جو نیکی کی طرف بلائے۔ اور اچھے کام کرنے کا حکم دے۔ اور برے کاموں سے منع کرے۔ یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔ (قرآن کریم پارہ ۴، رکوع ۲)

سائنس اور مذہب کی حقیقت

سلسلہ ۹۲

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب مدّ ظلہٗ

صدیقی ٹرسٹ رجسٹرڈ نسیم پلازا، چوک لسبیلہ نشتر روڈ کراچی

تبلیغ و اصلاح

تبلیغ و اصلاح کے لئے جہاد کے جذبہ کی ضرورت ہے۔ مسلمان جو عبادت و اطاعت کے لئے پیدا کیا گیا تھا۔ اب خود اپنی تعلیمات کو فراموش کر رہا ہے۔

اگر آپ اس کی ضرورت محسوس نہیں کریں گے تو الحاد۔ لادینی اور بے حیائی کا طوفان پوری قوم کو تباہ کر دے گا۔

اس امر کے باوجود کہ آپ نماز۔ روزہ اور شعائر اسلامی کے پابند ہیں تبلیغ کے فرض کفایہ کی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔

بنی اسرائیل کی تاریخ گواہ ہے کہ کوئی قوم ہلاکت سے محفوظ نہیں ہے تاوقتیکہ وہ خود بھی عمل کرے اور اپنے بھائیوں کی اصلاح کے لئے بھی کوشش کرے۔

آئیے آپ بھی اس کارِ خیر اور صدقۂ جاریہ میں تعاون کیجئے اپنے عطیات بذریعہ بینک ڈرافٹ یا منی آرڈر صدیقی ٹرسٹ رجسٹرڈ کے نام روانہ فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ ہماری مساعی کو قبول فرمائے۔ آمین

احقر زماں

محمد منصور الزماں

مہتمم و متولّی صدیقی ٹرسٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سائنس اور مذہب کی حقیقت

(حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی مہتمم دار العلوم دیوبند)

سائنس کے آثار

ایک عرصہ سے دنیا میں خلائی فتوحات کا غلغلہ ہے، اور حالیہ تجربات نے یہ چیز ثابت کردی ہے کہ حضرت انسان واقعی بڑی چیز ہے، لیکن مذہب و سائنس کے دائرہ کار اور حدود سے لاعلمی طبعیاتی علوم میں ناپختگی اور مذہب سے دوری یا کم علمی کی وجہ سے بہت سے مسلمان احساسِ کمتری، مرعوبیت اور شکوک و شبہات کا شکار ہو چکے ہیں۔ اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ اصولی طور پر یہ عرض کردیا جائے کہ سائنس اور مذہب کی حقیقت کیا ہے؟ ان کا آپس میں کیا تعلق ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ سائنس اور اسلام آپس میں نہ تو ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ جیسا کہ بدقسمتی سے بعض حلقوں میں یہ تصور موجود ہے اور نہ ہی سائنس الحاد کے مترادف ہے جیسا کہ ایک دوسرا طبقہ اس کا قائل ہے بلکہ بقول ایک محقق مشرقی عالم "سائنس اور اسلام میں وسیلہ اور مقصود کی نسبت ہے" جیسے بدن روح کے لئے وسیلہ عمل ہے۔ ایسے ہی سائنس اصولی طور پر اسلامی کارناموں کے لئے ایک وسیلہ، ذریعہ اور ڈھانچہ ہے" اور اگر ہم ذرا گہری نظر سے سائنس کے موضوع کو سمجھ لیں تو یہ دعویٰ خود بخود ثابت ہو جائے گا۔ اس لئے اولاً سائنس کے موضوع پر گفتگو کی جاتی ہے۔ آج کے دورِ ترقی میں جب تمدنی ایجادات اور مادیات کے نئے

اشاعت اول   پانچ ہزار

نئے انکشافات کا چرچا ہوتا ہے تو بطور تکملہ سائنس کا ذکر بھی ساتھ ہی ہوتا ہے۔ مثلاً وسائل خبر رسانی کے سلسلہ میں ٹیلی فون۔ ٹیلی گراف۔ ریڈیو لاسلکی، ٹیلی ویژن اور ایسے ہی دوسرے برقی آلات کا ذکر ہوتا ہے تو ساتھ ہی یہ کہا جاتا ہے کہ یہ سائنس کے سنہری اصول ہیں۔

وسائل نقل و حرکت کے سلسلہ میں ریل، موٹر اور ہوائی جہاز وغیرہ باد پا سواریوں کا تذکرہ ہوتا ہے تو ساتھ ہی کہا جاتا ہے کہ یہ سب سائنس کا طفیل ہے۔ یا مثلاً صنائع و حراف کے سلسلہ میں لوہے لکڑی کے خوشنما اور عجیب و غریب سامان تعمیر کے نئے نئے ڈیزائن اور نمونے۔ سیمنٹ اور اس کے ڈھلاؤ کی نئی نئی ترکیبیں اور انجنیری کے نئے سے نئے اختراعات جب سامنے آتے ہیں تو سائنس کا نظر فریب چہرہ بھی سامنے کر دیا جاتا ہے کہ یہ سب اسی کے خم و ابرو کی کارگزاریاں ہیں۔ اسی طرح نباتاتی لائن میں زراعتی ترقیات پھل پھول کے افزائش کے جدید طریقے اور نباتات کے نئے نئے آثار و خواص کے متعلق انکشافات کا جب نام لیا جاتا ہے تو وہیں سائنس کا نام بھی پورے احترام کے ساتھ زبانوں پر آجاتا ہے، اسی طرح حیوانی نفوس میں مختلف تاثیرات پہنچانے کے ترقی یافتہ وسائل اور پرلیشنوں کی عجیب و غریب پھرتیلی صورتیں کیمیاوی طریق پر فن دوا سازی کی حیرت ناک ترقی، تحلیل و ترکیب کی محیر العقول تدبیریں۔ بجلی کے ذریعہ معالجات کی صورتیں جب زبانوں پر آتی ہیں تو ساتھ ہی انتہائی وقعت کے ساتھ سائنس کا نام بھی زبان پر ہوتا ہے کہ یہ سب اسی کے درخشاں آثار ہیں۔

طاقتوں کا منبع

اس تفصیل سے انسان کی ناقص عقل اس نتیجہ پر پہنچتی ہے کہ سائنس کا موضوع عمل موالید ثلاثہ جمادات، نباتات اور حیوانات کے دائرے سے باہر نہیں ہے۔ پھر چونکہ ان موالید کی ترکیب عناصر اربعہ آگ پانی ہوا مٹی سے ہوتی ہے، جو ایک مسلمہ چیز ہے اور جس پر کسی استدلال کی ضرورت نہیں۔ اس لئے گویا سائنس کا موضوع بلحاظ حقیقت عناصر اربعہ ٹھہر جاتے ہیں۔ جن کی خاصیات اور آثار کا عملاً سمجھنا اور پھر کیمیاوی طریق پر ان کی تحلیل و ترکیب کے تجربات سے عملاً نئی نئی اشیا کو پردۂ ظہور پر لاتے رہنا سائنس کا مخصوص دائرہ علم و عمل ہو جاتا ہے پس سائنس کی یہ تمام رنگ برنگ تعمیر درحقیقت انہیں چار ستونوں (عناصر اربعہ) پر کھڑی ہوئی ہیں۔

اور اگر اس ساری تفصیل کا مختصر لفظوں میں خلاصہ کیا جائے تو سائنس کا موضوع "مادہ اور اس کے عوارض ذاتیہ" سے بحث کرنا ثابت ہو گا، اس لحاظ سے مادیات میں جسکا زیادہ انہماک ہوگا، وہی سب سے بڑا سائنسدان اور ماہر سائنس کہلائے گا۔ (واللہ اعلم)

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ سائنس کا موضوع عناصر اربعہ ہیں تو دیکھنا یہ ہے کہ ان چاروں کے خواص و آثار اور ذاتی عوارض یکساں ہیں یا نہیں؟ ظاہر بات ہے کہ ان کے عوارض یکساں نہیں۔ بلکہ بہت حد تک متفاوت ہیں۔ بلکہ ان کی جوہری طاقت بھی ایک درجہ کی نہیں بلکہ کوئی عنصر ان میں ضعیف کوئی قوی، کوئی قوی تر ہے۔ اور یہ قوت و ضعف کا تفاوت اتفاقی نہیں بلکہ معیاری ہے اور وہ معیار یہ ہے کہ ان عناصر میں سے جس میں بھی لطافت بڑھتی گئی ہے۔ اسی قدر اس کی طاقت بھی

بڑھتی گئی ہے اور طاقت کے ہی لحاظ سے غلبہ و تسلّط اور شان و اقتدار قائم ہوتی چلی گئی۔ اس کا راز سوائے اس کے اور کیا ہے کہ لطافت ایک وصف کمال ہے جو کثافت کی ضد ہے اور ہر وجودی کمال کا مخزن حضرت واجب الوجود کی ذات ہے۔ اس لئے لطافتوں کا منبع بھی وہی ہے۔ اندازہ فرمائیں کہ اس کی طاقتوں کا تو یہ عالم ہے کہ آنکھوں سے اوجھل حواس و خیال کی حدود سے بالاتر اور ادراک و انکشاف کی حد بندیوں سے وراء الورا ہے اور اس کے ساتھ طاقتوں کا یہ عالم ہے کہ تمام جہانوں پر صرف اور صرف اپنی شہنشاہی کا نظام محکم قائم کئے ہوئے ہے۔ اس لئے جس چیز میں بھی لطافت کا کوئی شمہ ہے وہ درحقیقت اسی کی ذات و صفات کا کوئی پرتو ہے۔ جس کا اثر بقدر استعداد اس نے قبول کر لیا ہے۔

لطافت کی طاقت

اس بنا پر جس چیز میں جتنی لطافت ہوگی اتنی ہی اس میں غلبہ و اقتدار کی شان ہوگی۔ اس تفصیل کے بعد عناصر اربعہ کی ذاتی عوارض کی کیفیت ملاحظہ فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ ان میں مٹی سب سے زیادہ کثیف ہے نہ صرف کثیف بلکہ کثافت آور بھی ہے۔ دنیا کی ہر چیز میں کثافت اور غلاظت آتی ہے تو اس مٹی سے اس کثافت کو ملاحظہ فرمانا ہو تو تجربہ کے طور پر ایک ڈھیلا اوپر پھینکیں آپ کی قوت جب تک کام کرے گی وہ اوپر جائے گا۔ پھر کل شی یرجع الی اصلہ کا نظارہ ہوگا۔ یہی سبب ہے کہ خدا نے زمین کو ذلیل ہی نہیں بلکہ ذلول (ذلت کا مبالغہ) فرمایا هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا، البتہ زمین کا ایک جزو پہاڑ بھی ہیں، جن میں نسبتاً کچھ لطافت اور ستھرائی ہے اور پھر پتھر کی مختلف قسمیں لطافت و ستھرائی کی بنا پر عزیز الوجود ہیں مثلاً

مٹی پتھر پر گرے تو کچھ نہ بگڑے اور ایک پتھر مَنوں مٹی پر گر پڑے تو جو حشر ہوگا وہ ظاہر ہے، پتھروں کے مقابلہ میں لوہے کو لیں۔ ایک بالشت بھر لوہے کی کدال کے سامنے بڑی بڑی چٹانوں کی کیا حیثیت ہے؟ وہی جو بے دست و پا قیدی کی ہوتی ہے، اس کا سبب بھی وہی لطافت وستھرائی ہے۔ جو لوہے نے بمقابلہ پتھر زیادہ قبول کرلی ہے اس کے بعد دوسرے عنصر یعنی آگ کا نمبر آتا ہے۔ یہاں طاقتور لوہے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بڑے بڑے پہاڑوں کے لئے وبال جان ثابت ہوتے ہیں، وہ ٹکڑے آگ کے سامنے کیا حیثیت رکھتے ہیں ذراسی دیر لوہے کو بھٹی میں رکھو نتیجہ سامنے آجائے گا، اس کا راز بھی وہی طبعی اور عقلی اصول ہے کہ آگ میں لوہے سے بھی زیادہ لطافت ہے، اور کثرت لطافت کثرت طاقت کے مترادف ہے اس کے بعد عنصر آب ہے جس کے سامنے لوہے کو پگھلا دینے والی آگ کی کوئی حیثیت نہیں ایک طرف آگ کے ترفع وتعلی اور رعب ودبدبہ کو دیکھیں پھر جب قطرات آب اس پر ڈال کر اس کا تماشہ کریں نتیجہ سامنے آجائے گا۔ چند لمحے پہلے جو کروفر تھا۔ وہ راکھ کا ڈھیر بن چکا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ اسلئے کہ پانی آگ کے مقابلہ میں زیادہ لطیف ہے اور لطافت جہاں جس قدر ہوگی طاقت بھی اسی اعتبار سے موجود ہوگی۔ اس کے بعد عنصر ہوا ہے جس کی طاقت وقوت کا یہ عالم ہے کہ جب ہوا کے جھکڑ چلتے ہیں۔ تو بڑے بڑے سمندر زیر و بالا ہو جاتے ہیں، اور اثر کا یہ عالم ہے کہ فوق وتحت کا کوئی گوشہ اور کوئی منفذ ایسا نہیں، جہاں یہ جوہر لطیف نہ ہو آخر ایسا کیوں ہے؟! اس کا راز بھی اس کی لطافت اور اس کے بقدر طاقت ہے۔

انسان کی کارکردگی

اب اگر ان عناصر اربعہ اور ان کے تینوں موالید جمادات نباتات حیوانات کی بے انتہا شاخوں کو ایک طرف رکھ کر صرف حضرت

انسان کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا، کہ عناصر اربعہ اس کے دست بستہ غلام ہیں انسان ان پر غالب و متصرف ہے یہ سب عناصر اپنی کارگزاری میں اس کے محتاج ہیں اگر حضرت انسان کی کارکردگی الگ کردی جائے، تو اربعہ عناصر اپنی پوری قوت و طاقت کے باوجود کوئی کام سرانجام نہیں دے سکتے، لوہا خود بخود پتھروں کو کچل نہیں سکتا آگ خود لوہے کو گرماتی اور پگھلاتی نہیں پانی خود آگ کو بجھاتا نہیں، بلکہ انسان ہی ہے۔ جو کہ کدالیں بناتا پتھر توڑتا ہے وہی بھٹیاں بنا کر لوہے کو تپاتا ہے۔ وہی مشکیزے اور ظروف میں پانی لاتا ہے اور چولہے ٹھنڈے کرتا ہے، وہی ہوا کو قید کرتا اور سیالات کو اڑاتا ہے اور انسان نہ ہو تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ انسان ہی کی طاقتوں کا یہ عالم ہے کہ اس نے زمین کے قلب و جگر کو چیرا کوئیں بنائے تہ خانے تیار کئے ارضی معدنیات سرمہ ہڑتال سونا چاندی اور پیتل وغیرہ کے خزانے اس سے چھین لئے۔

پہاڑوں کو تراش کر بلند و بالا مکانات بنائے: وتنحتون من الجبال بیوتاً (القرآن) ان میں سڑکیں نکالیں اور دفائن زمین کا راز فاش کرکے زمین کے خزانہ کو عالم آشکارا کردیا۔ الغرض زمین اور اس کے ہر ذرے سے چاکروں کی سی خدمت لے رہا ہے، پانی کو حضرت انسان نے کسطرح رسوا کیا ہے۔ جگہ جگہ کنوئیں بنائے۔ واٹر ورکس کا انتظام کیا اور جہاں چاہا پانی لے گیا ابوالمیاہ سمندر اعظم جس کی کوہ پیکر موجوں کا لگاتار سلسلہ خشکی کے کناروں پر اسطرح حملہ آور محسوس ہوتا ہے کہ گویا ابھی کرۂ زمین کو نگل جائے گا اس کا یہ حشر ہے کہ حضرت انسان کے پاؤں نیچے روندا جارہا ہے۔ اس کے جہاز آبدوزیں چل رہی ہیں، سمندر کے خزانے اگلوائے اس کی چیزوں کو بازاروں میں رسوا کیا۔ حتیٰ کہ سمندر کے نمکین پانی کو تحلیل کر ڈالا اس سے آگے بڑھ

کر ذلیل خدمات لی جا رہی ہیں۔ نجاستوں کا دھونا میلے کپڑے پاک کرنا ظروف کا صاف کرنا وغیرہ ذالک اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ انسان نے پانی جیسے عنصر لطیف کو کس طرح اپنا قیدی بنا رکھا ہے۔

آگ جیسے خونخوار عنصر کو دیکھو انسان نے اس کو کس طرح اپنا مطیع کیا ہے۔ لوہے پتھروں سے اسے نکالا۔ وہ آفتاب میں چھپی تو آتشی شیشوں کے ذریعہ اسے گرفتار کیا، خود اسے چھپانا چاہا تو ذرا سی دیا سلائی کے سرے پر ذرا سے مصالحہ میں بند کر دیا۔ جب چاہا اسے رگڑا اور آگ نکال لی جو آگ اپنے ترفع و تعلی کی بنا پر سر نیچا ہی نہ کرتی تھی وہ آج کس طرح انسان کی غلام و محکوم ہے۔

ہوا کی لطافت کا یہ عالم تھا کہ انسان کی لطیف ترین نگاہیں اسے پھاند سکتی تھیں لیکن آخر انسان نے اڑتے پرندہ کو کھلونا بنا لیا۔ اس میں اپنے جہاز اڑائے خبر رسانی کی خدمت پر مجبور کیا گویا وہ ایک چٹھی رساں ہے جو مشرق سے مغرب تک انسان کی بلا اجرت چاکری کر رہی ہے۔ انسان اسے کہیں برقی پنکھوں میں پہنچا رہا ہے۔ کہیں موٹر کے پہیوں اور سائیکل کے ٹائروں میں بند کر رکھا ہے۔ غرض یہ نادیدنی طاقت جس نے سمندروں کو تہہ و بالا کر رکھا تھا، انسان کے سامنے مجبور و بے بس ہے۔

پھر اسی پر بس نہیں کہ عناصر اربعہ سے علیحدہ علیحدہ خدمت لے کر انسان کی طبیعت قناعت کرے بلکہ انہیں آپس میں لڑا لڑا کر ایجادات کر رہا ہے۔ آگ پانی کے درمیان لوہے کا پردہ حائل کر کے آگ کو دھونکا دیا آگ جوش میں پانی کو اڑانا چاہتی ہے۔ پانی کھول کر آگ کو ٹھنڈا کرنا چاہتا ہے، لیکن انسان ان کے جوش و خروش سے اسٹیم کی طاقت پیدا کر کے انجن مشین چلا رہا ہے۔ پھر پانی کو پانی سے ٹکرا کر برق پیدا کر لی وہ بجلی جو

آنِ واحد میں اقلیموں کی خبر سنی اسے تانبے اور جست کے پتلے سے تار میں اسطرح باندھ رکھاہے کہ باہیں زدر وطاقت باہر نہیں جاسکتی ذرا سا سوئچ ہے اسے دبادو توموجود اٹھادو تو غائب، پھر اسی پر بس نہیں۔ بلکہ آسمان کی جہاں سوز بجلی کو بے بس کر دیا بڑی بڑی بلڈنگوں پر چھپٹے تار چڑھا دیئے ادھر یہ بجلی گری ادھر ان میں غلطان و پیچاں ہوکر رہ گئی۔ پٹرول جیسی سیال چیز میں آگ لگادی آگ اور تیل لڑرہے ہیں، جب سے گیس پیدا ہورہاہے۔ اور حضرت انسان کا جہاز اڑ رہا ہے۔ موٹر دوڑ رہی ہے۔

الغرض ایک مشت استخواں نے ساری کائنات کا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس غلط وتسلط کا سبب کیا ہے؟ جسمانی طاقت سے تو ناممکن ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس کا راز کچھ اور ہی ہو۔

اندرونی طاقت

ایک شیر نے اپنے خورد سال بچہ کو نصیحت کی تھی کہ انسان سے. بچنا یہ بڑی چیز ہے، بچہ شیر اس بڑی چیز کے دیدار میں مارے مارے پھرتا تھا کہ آخر دیکھوں تو سہی وہ انسان کیا بلا ہے۔ جس سے سلطان الصحرا بھی لرزتے کپکپاتے ہیں۔ چلتے چلتے گھوڑے پر نظر پڑی اس کی مخصوص صفات سے بچہ شیر کو انسان کا دھوکا ہوا پوچھا تو گھوڑے نے کہا توبہ بھلا میں انسان کے ہاتھ میں ایک بے بس قیدی ہوں اس سے بچنا اب بچہ شیر اور گھبرایا آگے بڑھنے پر اونٹ نظر پڑا اس کے عجیب الخلقت جسم کو دیکھ کر سوچا کہ یہی نوع انسان ہوگا۔ پوچھنے پر پتہ چلا کہ نا صاحب ہم تو اس کے ادنیٰ چاکر ہیں، وہ جو ہماری گت بناتا ہے توبہ بھلی اس سے بچنا ذرا آگے ہاتھی پر نگاہ پڑی اس نے بھی اپنی چاکری کا اعتراف کرتے ہوئے پناہ مانگی۔ بچہ شیر حیران تھا کہ یا اللہ وہ انسان کیا بلا ہے جس سے گھوڑا اونٹ اور ہاتھی تک لرزتے ہیں اسی اتنا

میں ایک بڑھئی کے بچہ کو دیکھا جو ایک بڑے شہتیر کو چیر رہا تھا اور جتنا چیر چکا تھا۔ اس میں ایک کھونٹی گاڑ رکھی تھی۔ بچہ شیر کا یہ تصوّر بھی نہ ہو سکتا تھا کہ یہ انسان ہوگا، لیکن معلومات کیلئے پوچھا تو پتہ چلا کہ حضرتِ انسان یہی ہے بچہ شیر نے کہا کہ میرا باپ اور ہاتھی گھوڑا اونٹ بڑے احمق تھے اس سے ڈرتے رہے ایک جھپٹ میں اس کا کام تمام کردوں بڑھئی کے بچہ نے سوچا برا وقت آیا کیا کیا جائے اس نے بچہ کی خوب تعریف کی جس سے وہ مست سا ہوگیا، پھر اس نے کہا کہ میں کمزور ہوں۔ حسن اتفاق سے آپ جیسا قوی آگیا۔ شہتیر کی کھونٹی سرکانا چاہتا ہوں۔ آپ اس کے شگاف میں ہاتھ اندر ڈال کر ذرا تھام لیں کہ میں سرکا لوں شیر نے ایک کی بجائے دونوں ہاتھ ڈالدیئے بڑھئی کے بچہ نے کھونٹی نکال لی اس کا نکلنا تھا کہ دونوں پٹ مل گئے۔ پھر بچہ شیر کا جو حشر ہوا وہ ظاہر ہے۔ شیر نادم ہوا کہ بڑوں اور تجربہ کاروں کی نصیحت کی قدر کرنی چاہئے لیکن ساتھ ہی یہ سوچا کہ انسان حقیر اور کمزور ہے اس کا جثّہ اس قابل نہیں ہاں البتہ کوئی اندرونی طاقت ہے جس سے اس نے ساری دنیا کو بے بس کر رکھا ہے۔

الغرض یہ حکایت عبرت اور انسانی طاقت سامنے لانے کیلئے پیش کی گئی ہے۔

اور مشاہدات کی رو سے ماننا پڑتا ہے کہ انسان میں ان عناصر سے کہیں زیادہ طاقت ہے جب ہی تو اس نے جہاں رنگ و بو کو تہہ و بالا کر رکھا ہے اور جیسا ثابت ہوگیا کہ عناصر اربعہ سے اس میں طاقت کہیں زیادہ ہے تو ماننا پڑ گیا کہ اس میں طاقت بھی زیادہ ہے کیونکہ پہلے ثابت ہو چکا کہ لطافت ہی طاقت کا سر چشمہ ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ لطافت کیا ہے تو سیدھا اور آسان جواب ہے کہ روحِ انسانی!

روحِ انسانی

اور روحِ انسانی کی لطافت کا یہ عالم ہے کہ باوجود انسان کے رگ و پے میں سمائے ہونے کے کبھی اس کا دھکا تک انسان کو نہیں لگا. بلکہ کبھی لمس و مس تک کا احساس نہیں ہوا جب کہ ہوا جیسی لطیف چیز میں بھی دھکا اور لمس و مس سے بچنا محال ہے۔ روح منفعل ہے تو اتنی کہ اس کے بغیر انسانی زندگی کا تصوّر نہیں اور منفصل ایسی کہ کسی حاسہ کی اس تک رسائی نہ ہو خود اس پر کوئی سرد و گرم نہ پہنچ سکے اسلئے وہ فقط اپنے بدن پر ہی نہیں بلکہ عناصرِ اربعہ پر غالب آجائے تو ظاہر ہے کہ انسان میں ایسی چیز فقط روح ہی ہے۔ کیونکہ انسان بدن و روح کے مجموعہ کا نام ہے بدن مادیات کا مرکب ہے وہ تو یہ کام کر نہیں سکتا۔ لہٰذا روح ہی باقی رہی اور یہی ہمارا دعویٰ ہے کہ انسانی غلبہ و تسلّط کا راز روح ہی میں ہے روح کی لطافت و حس نورانیت کا یہ عالم ہے کہ آج تک انسانی عقل اس کا ادراک نہیں کر سکی اس کا فوٹو نہیں لیا جا سکا اسے ہوا کی طرح کنٹرول کرنے کا کوئی ذریعہ نہ بن سکا اور ایک روح ہے کہ سب کچھ اس کے کنٹرول میں ہے جہاں بھر کا فوٹو وہ لے لے سینری وہ بنالے اور سب پر غلبہ و تسلّط حاصل کر لے۔

سوال یہ ہے کہ روح ہے کیا؟ پیغمبر علیہ السلام سے سوال ہوا آپ نے من جانب اللہ جواب دیا الروح من امر ربی اور اس امر ربی کو اب کائنات سے عجیب مماثلت ہے مثلاً حق تعالیٰ غیر مرئی طریق پر تمام عالم کا قیوم و مدبر ہے. تو اسی طرح روح کائنات بدن کی قیوم و مربی ہے۔ پھر جس طرح انوار باری تعالیٰ کائنات کے ذرہ ذرہ میں آشکارا ہیں اور ہر ہر خطہ و جزو میں اس کی مناسبت سے کام لے رہے ہیں، اور اس ظہور تام کے باوجود آج تک کسی نے انہیں دیکھا نہیں، اسی طرح انوار روحِ کائنات

بدن کے ہر عضو میں اس طرح پھیلے ہوئے ہیں کہ ہر عضو سے مناسب کام لے رہے ہیں۔ اور اس ظہورِ تام کے باوجود آج تک کسی نے انہیں نہیں دیکھا۔ اسی طرح روح کے انوار کام ہر عضو میں کر رہے ہیں اور نظر نہیں آتے۔

ے بے حجابی یہ کہ ہر ذرہ سے جلوہ آشکار
اس پہ گھونگھٹ یہ کہ صورت آج تک نادیدہ ہے

گر جس طرح وہ ظاہر ہے اور باطن بھی اسی طرح یہ بھی ظاہر اور باطن بھی۔

پھر جس طرح اس ساری کائنات کی زندگی اور زندگی کی ہر نقل و حرکت سے ذات حق اول اور تعدم ہے، کہ اللہ ہی معلیٰ وجود ہے۔ اسی طرح ذات حق کائنات کی ہر نقل و حرکت کا منتہیٰ بھی ہے، ٹھیک اسی طرح بدنی کائنات کی نقل و حرکت بلکہ اس کے نفس کی ہستی سے بھی روح اول بھی ہے اور آخر بھی کیوں کہ روح ہی بدنی حیات کا باعث ہے۔ جب یہ نہ تھی تو بدن نہ تھا اور بعد میں بھی یہی ہو گی تو یہ کہنا بجا ہے کہ جس طرح کائنات عالم اوّل و آخر ذات حق ہے۔ اسی طرح کائنات بدنی کی اوّل و آخر روح ہے۔

قوت کا سرچشمہ

پھر جس طرح ذات حق عالم سے متصل اتنی ہے کہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید اور ھو معکم این ما کنتم اس کی شان ہے اور پھر منفصل اتنی کہ وراء الوراء ثم وراء الوراء مخلوق ظلمت محض اور وہ نورِ مطلق ٹھیک اسی طرح روح بھی بدن سے متصل تو اتنی ہے کہ زندہ بدن کی کسی رگ کا کروڑواں حصّہ بھی اس سے الگ نہیں ورنہ زندہ نہ رہے لیکن دور بھی اتنی ہے کہ اس کی پاکیزگیاں بدن سے کوئی لگاؤ ہی نہیں رکھتیں کیونکہ لطیف و کثیف میں کیا تناسب اور کیا رشتہ؟ ے

کجا یہ مشت خاک اور کجا وہ جوہر پاک؟
چراغ مردہ کجا نورِ آفتاب کجا؟

اس ساری تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ انسانی قوت وطاقت کا سرچشمہ روح ہے اور اسے ذات حق سے مناسبتیں ہی نہیں مماثلتیں بھی ہیں اور یوں بھی روح امر ربی ہے۔ کما مرہ تو اس کو جتنا صحیح استعمال کیا جائے گا۔ اتنے ہی بہت فوائد رونما ہوں گے جتنی غلط روی کا طریق اپنایا جائے گا۔ اتنی ہی بربادیاں ہوں گی تو پہلے ایک مشرقی محقق کا قول لکھا تھا، کہ سائنس میں مقصود و وسیلہ کی نسبت ہے۔ کتنا درست قول ہے اللہ تعالیٰ جو سراپا لطافت ہی نہیں بلکہ منبع لطافت ہے۔ کما قال ان اللہ لطیف (لقمان) اور دوسری طرف روح بھی امر ربی ہونے کے سبب لطیف ہے اور لطافت ہی قوت کا سرچشمہ ہے اور بغیر قوت سائنسی ایجادات ناممکن ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ اگر یہ کہا جائے کہ جس طرح لطافتوں کا منبع حق تعالےٰ کی ذات ہے اسی طرح منبع طاقت بھی وہی ہے اور جب منبع طاقت وہ ہے تو سائنسی ایجادات کا سرچشمہ اور مرکز و محور بھی اسی کی ذات ہے اپنی پاک دامنی، نیک نفسی اور قوت تقویٰ و نیکی کی بنا پر جس کی روحانیت جتنی بلند ہوگی اتنی ہی اس میں اکتشافات و ایجادات کی طاقت ہوگی۔ جب یہ مقدمات ثابت ہوگئے تو یہ کہنا بالکل بجا ہوگا کہ منبع لطافت و طاقت کی طرف سے بھیجا ہوا آخری اور مکمل دین ایجاد و اکتشافات سے کس طرح روک سکتا ہے اور ترقی کی راہ میں کس طرح آڑے آسکتا ہے۔ وہ دنیا والوں کو ترقی کی راہیں بتلاتا ہے۔ اس پر ابھارتا ہے۔ کما قال فاستبقوا الخیرات اور فی ذٰلک فلیتنافس المتنافسون لیکن مادیات محضہ میں انہماک اور غلو اور روحانی ترقی سے پہلو تہی انتہائی کور چشمی اور بدبختی ہوگی جب یہ

مسلمہ امر ہے کہ اسلام مقصود ہے اور سائنس وسیلہ تو مقصود کیلئے اس کے تناسب سے اور وسیلہ کیلئے اس کے تناسب سے کوشش کرنا دانشمندی ہے۔ بدقسمتی سے آج مقصود کو کوئی پوچھتا نہیں اور وسیلہ کیلئے جو کچھ ہو رہا ہے۔ وہ کسی سے مخفی نہیں (یہ ہم آئندہ عرض کریں گے کہ وسیلہ کیلئے جائز و ناجائز کوششوں سے دنیا کو کیا فائدہ پہنچا اور تعمیر و ترقی عالم میں ان کوششوں کا حصہ کیا ہے) پھر بدقسمتی سے مسلمانوں کے یہاں سوائے سائنس کا لٹریچر پڑھنے کے کوئی عملی کارفرمائی ہے ہی نہیں گویا۔

ع نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم

خلاصۂ بیان

بہرحال اس اصولی بحث سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوئی کہ:۔

(۱) سائنس کا موضوع عناصر اربعہ یا بالفظِ دیگر" مادہ اور اسکے عوارضِ ذاتیہ ہیں"۔

(۲) عناصر اربعہ میں سے جسمیں جسقدر لطافت ہے اسی قدر اس میں طاقت ہے اور یہی لطافت اسی کی قوت کا سرچشمہ۔

(۳) حضرت انسان موالید ثلاثہ کی بے انتہا شاخوں میں ایک ایسا ہے جس نے اپنی بے انتہا قوتوں سے عناصر اربعہ کو فرداً فرداً نہیں بلکہ باہمی ٹکرا کر ایجادات و اکتشافات کا لامتناہی سلسلہ جاری کر رکھا ہے اور اسطرح اپنے غلبہ و تسلّط کا ثبوت بہم پہنچا رہا ہے۔

(۴) حضرت انسان کا یہ کمال اس کی جسمانی قوت کا مرہونِ منت نہیں بلکہ روح کا مرہون منت ہے،

(۵) روح کو حضرت حق سے کئی ایک مماثلتیں ہیں کہ روح امرِ ربی ہے۔

(۶) قوت و طاقت کا سرچشمہ حضرت حق کی ذات ہے کیوں کہ وہی منبع لطافت ہے اور

طاقت دراصل لطافت کے سبب ہے۔

(۷) اس اعتبار سے منبع لطافت کے امر یعنی روح سے جسکا جس قدر حصہ ہوگا اس کی قوت، ایجادات واکتشافات اسی قدر بلند وبالا ہوگی۔

(۸) لیکن اسلام اور سائنس کو مقصود ووسیلہ کی نسبت ثابت ہوگی۔

اس لیے ایک سچے مسلمان کی ہمت وفکر کا اصل میدان اسلام ہوگا اور وسیلہ کا میدان اسی تناسب سے اختیار کیا جائے گا۔ جب اسلام وسائنس میں مقصود ووسیلہ کی نسبت ثابت ہوگئی تو:۔

(الف) ایک مفکر کا یہ قول غلط فہمی پر مبنی ہوگا کہ سائنس اور مذہب حقیقت تک پہنچنے کے دو راستے ہیں،

(ب) سائنس کو الحاد کے مترادف قرار دینے والا گروہ سراسر غلطی کا شکار سمجھا جائے گا۔

(ج) اور نہ ہی سائنس و مذہب ایک دوسرے کی ضد ہوں گے بلکہ ان میں معقول نسبت ہے اور اپنے اپنے مقام پر اس سلسلہ میں قوت وفکر کی پرواز درست اور صحیح ہوگی اس لئے یہ کہنا بالکل بجا ہوگا، کہ "ارتقار پسند انسانی عقل اور ربانی ہدایات کا سنگم اسلام ہے"

آخر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد نقل کر دینا مناسب ہے۔ جس میں سائنس و مذہب کی اصلیت وحقیقت اور باہمی فرق مراتب کو نہایت احسن پیرایہ میں بیان فرمایا گیا، یہ ارشاد رسول ؐ بھی اس چیز کی غمازی کرتا ہے کہ سائنس و مذہب ایک دوسرے کی ضد نہیں، بلکہ جن چیزوں پر آج طبع آزمائی ہو رہی ہے ان

کو اپنے اصلی مقام پر رکھکر ایک نبی امی نے آج سے چودہ سو سال پہلے واضح کر دیا تھا۔ ع

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

فاعتبروا یا اولی الابصار نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ میاں نے زمین کو پیدا کیا تو وہ کانپنے اور ڈولنے لگی تب اللہ نے پہاڑوں کو پیدا کیا اور ان سے زمین پر جم جانے کے لیے فرمایا۔ ملائکہ نے پہاڑوں کی شدت وصلابت پر تعجب کیا اور کہنے لگے کہ اے پروردگار تیری مخلوق میں کوئی چیز پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت ہے فرمایا ہاں لوہا ہے۔ اس پر پھر ملائکہ نے عرض کیا کہ اے پروردگار! تیری مخلوق میں لوہے سے بڑھ کر بھی کوئی سخت چیز ہے۔ فرمایا۔ ہاں آگ ہے۔ پھر عرض کیا اور آگ سے سخت؟ ارشاد فرمایا۔ پانی۔ عرض کیا اور پانی سے سخت کوئی چیز ہے۔ فرمایا۔ ہاں ہوا۔ پھر ملائکہ نے پوچھا اور ہوا سے بڑھکر بھی سخت چیز کوئی ہے تو فرمایا۔ ہاں اولاد آدم، جو دائیں ہاتھ سے اس طرح چھپا کر صدقہ کرے کہ بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو (ترمذی)

اندازہ لگائیں کہ سائنس کے موضوع یعنی مادیات کو کس طرح ترتیب سے بیان فرما کر اور پھر انسان کی طاقت و قوت کو واضح فرمایا لیکن اس طاقت کا سبب کوئی مادی چیز نہیں بلکہ وہی روحانی عظمت و برتری ہے جسکو پہلے ہم تفصیل سے عرض کر چکے ہیں۔

تبلیغ و صلاح کی اہمیت

قرآن کریم

(۱) اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور بُرے کاموں سے منع کرے۔ یہ ہی نجات پانے والے ہیں۔ (پارہ ۴ رکوع ۲)

(۲) تم لوگ بہترین جماعت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ (پارہ ۴ رکوع ۳)

* * *

احادیث شریفہ

سیّد الکونین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

(۱) قسم اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ تمھیں ضرور اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر (نیکی کا حکم اور بُرائی سے روکنا) کرتے رہنا ہوگا ورنہ بہت جلد ایسا ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی طرف سے عذاب بھیجے۔ پھر تم دُعائیں کروگے اور قبول نہ ہوں گی۔
(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۳۶)

(۲) اللہ تعالیٰ خاص لوگوں کی بداعمالیوں سے عام لوگوں کو عذاب میں مبتلا نہیں فرماتا جب تک کہ عام لوگوں کی یہ حالت نہ ہو جائے کہ اپنے سامنے بُری باتیں دیکھیں اور بُرائی سے منع کرنے پر قدرت کے باوجود منع نہ کریں۔ جب وہ ایسا کرنے لگتے ہیں تو عام و خاص سب پر عذاب آجاتا ہے۔
(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۳۸)

(۳) اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا کرو ورنہ تمھارے اوپر ایک ظالم حاکم مقرر کیا جائے گا جو بڑوں اور عزت مند لوگوں کی عزت نہیں کرے گا اور چھوٹوں اور غریبوں پر رحم نہیں کرے گا اور لوگ اس کے حق میں بددُعا بھی کریں گے تو قبول نہ ہوگی۔

(۴) اُمّت میں فساد کے وقت جو میری ایک سُنّت کو زندہ کرے گا (خود عمل کریگا اور دوسروں کو ترغیب دے گا) اُس کو سَو شہیدوں کے برابر ثواب ہوگا۔ (بخاری شریف)

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے بعد آمنّا و صدّقنا کہنا اور اطاعت و تعمیل واجب ہے — انتظار کس بات کا ہے — موت تاک میں ہے — فوری عمل کیجیے — آج کے اعمالِ صالحہ کل قیامت کے دن کام دینگے

اشاعت اوّل دسمبر ۱۹۷۹ء
تنویر پریس کراچی

تبلیغ و اصلاح کی اہمیّت

قرآن کریم

① اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور بُرے کاموں سے منع کرے۔ یہ ہی نجات پانے والے ہیں۔ (پارہ ۴ رکوع ۲)

② تم لوگ بہترین جماعت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ (پارہ ۴ رکوع ۳)

***

احادیث شریفہ

سیّد الکونین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:۔

① قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ تمھیں ضرور اَمر بالمعرُوف اور نہی عن المُنکر (نیکی کا حکم اور بُرائی سے روکنا) کرتے رہنا ہوگا ورنہ بہت جلد ایسا ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی طرف سے عذاب بھیجے۔ پھر تم دُعائیں کروگے اور قبول نہ ہوں گی۔
(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۳۶)

② اللہ تعالیٰ خاص لوگوں کی بداعمالیوں سے عام لوگوں کو عذاب میں مبتلا نہیں فرماتا جب تک کہ عام لوگوں کی یہ حالت نہ ہو جائے کہ اپنے سامنے بُری باتیں دیکھیں اور بُرائی سے منع کرنے پر قدرت کے باوجود منع نہ کریں۔ جب وہ ایسا کرنے لگتے ہیں تو عام و خاص سب پر عذاب آجاتا ہے۔
(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۳۸)

③ اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا کرو ورنہ تمھارے اوپر ایک ظالم حاکم مقرر کیا جائے گا جو بڑوں اور عزّت مند لوگوں کی عزّت نہیں کرے گا اور چھوٹوں اور غریبوں پر رحم نہیں کرے گا اور لوگ اس کے حق میں بددُعا بھی کریں گے تو قبُول نہ ہوگی۔

④ اُمّت میں فساد کے وقت جو میری ایک سُنّت کو زندہ کرے گا (خود عمل کریگا اور دُوسروں کو ترغیب دے گا) اُس کو سَو شہیدوں کے برابر ثواب ہوگا۔ (بخاری شریف)

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے بعد آمنّا و صدقنا کہنا اور اطاعت و تعمیل واجب ہے — انتظار کس بات کا ہے — موت تاک میں ہے — فوری عمل کیجئے — آج کے اعمالِ صالحہ کل قیامت کے دن کام دینگے۔

اگر آپ منصف ہوں!

اور میرا نامۂ اعمال آپ کے سامنے پیش ہو کہ

- ○ میں نے احکامِ خُدا کا مذاق اُڑایا ہو
- ○ قرآنِ کریم اور سنّتِ رسولؐ کے خلاف عمل کیا ہو
- ○ جھُوٹ، مکر و فریب اور جعلسازی میری عادت ہو
- ○ سُود، سٹّہ، ذخیرہ اندوزی اور رشوت میں عمر گزاری ہو
- ○ ہمسایہ کو تکلیف، والدین کو اذیت دی ہو، نافرمانی کی ہو
- ○ اسراف و نمائش میں مال برباد کیا ہو اور خیرات کے نام کوڑی خرچ نہ کی ہو
- ○ غیبت، بہتان، افتراق، نفاق، بغض و کینہ، حسد، لالچ میری عادت ہو
- ○ نام و نمود اور شہرت کے لیئے کارِ خیر میں حصّہ لیا ہو
- ○ زکواۃ ادا نہ کی ہو اور مال کو رسم و رواج پر اُڑایا ہو
- ○ اولاد کو دین کی تعلیم نہ دی ہو اور عیسائیوں کی تعلیم و تہذیب پسند ہو
- ○ شعائرِ اسلام کی ہتک کی ہو اور اغیار و کفّار کے طریقے پسند کیئے ہوں

—— ذرا غور فرمایئے ایسی صورت میں آپ بحیثیت مُنصف میرے خلاف کیا قدم اُٹھائیں گے۔ کیا سزا دیں گے۔ کیا میں جنّت کی خواہش کر سکتا ہوں یا جہنّم میرے اعمال کا جواب ہو گی۔ خوب غور کر کے فیصلہ دیجیئے۔

—— یاد رکھیے! ہمارے نامۂ اعمال روزِ حساب اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے اُس وقت ہماری کیا حالت ہو گی جبکہ ہمارے اعمال اس فہرست کے مطابق ہوں گے یہ چند روزہ زندگی عارضی و فانی ہے۔ دُنیا دارالعمل ہے۔ اِس حیاتِ مستعار سے فائدہ اُٹھا کر اپنی اِصلاح کر لیجیئے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

صدّیقی ٹرسٹ (رجسٹرڈ) ٹھٹائی کمپاؤنڈ۔ محمّد علی جناح روڈ۔ کراچی ۱